بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

حکایت دل

حضور کے دورہ جرمنی ۲۰۱۵ کی مختصر ذاتی روداد

ڈاکٹر محمد داؤد مجوکہ

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے دورہ بر موقع جلسہ سالانہ جرمنی ۲۰۱۵ کے چند ذاتی مشاہدات اس مضمون میں قلمبند کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس دورہ کی مفصل رپورٹ محررہ ایڈیشنل وکیل التبشیر محترمی عبدالماجد طاہر صاحب، الفضل میں شائع ہو چکی ہے۔ چنانچہ اس رپورٹ میں درج واقعات کو دوہرانے سے حتیٰ الامکان احتراز کیا گیا ہے۔ یہ مضمون ذاتی مشاہدات اور جذبات پر مشتمل [حکایت دل] ہے۔ اس مضمون میں نومبائعین اور نئی نسل کو بطور خاص مدنظر رکھا گیا ہے۔ چنانچہ اسی نسبت سے بعض امور کو مثالوں سے واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مضمون حضور ایدہ اللہ کے ملاحظہ اور اجازت سے شائع کیا جا رہا ہے۔ خدا کرے کہ یہ سب احباب کے لئے مفید ثابت ہو۔ واللہ المستعان و باللہ التوفیق۔

مسجد منصور کی وجہ تسمیہ

اس مرتبہ حضور کا دورہ تیئس مئی کو جرمنی کے مشہور شہر آخن میں مسجد منصور کے افتتاح کے ساتھ شروع ہوا۔ آخن اس لحاظ سے بہت تاریخی اہمیت کا حامل ہے کہ یہ مشہور جرمن قیصر کارل اعظم، جسے انگریزی میں چارلیمین کہا جاتا ہے، کا پایہ تخت تھا۔ کارل اعظم نے یورپ اور بالخصوص جرمنی میں عیسائیت کے پھیلاؤ میں اہم خدمات سرانجام دیں اور یورپ کو متحد کرنے کی بھرپور کوشش کرتے ہوئے یورپی سلطنت کی بنیاد رکھی۔ اسی قیصر کے نام سے موسوم [کارل انعام] ہر سال آخن میں دیا جاتا ہے۔ کارل اعظم کا دادا، جس کا نام بھی کارل ہی تھا، نے فرانس میں عرب افواج کو شکست دے کر مسلمانوں کی یورپ میں پیش قدمی روکی تھی۔

آخن کی مسجد منصور حضور ایدہ اللہ کے والد محترم حضرت میاں منصورؓ احمد صاحب کے نام پر مسجد منصور کہلاتی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے زمانہ میں ہی اس مسجد کے لئے اس نام کی درخواست کی گئی اور حضورؒ نے اس کی منظور عطا فرمائی تھی۔ جب مسجد کی تعمیر ہوئی تو وہی نام اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا پروانہ حضور ایدہ اللہ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ اس پر حضور نے اس نام کی توثیق عطا فرمائی۔

خلیفہ وقت کی موجودگی سے فائدہ اٹھانے کی کوشش

جب اللہ تعالیٰ کسی کو منصب خلافت پر کھڑا کرتا ہے تو اس کی زبان میں خاص اثر پیدا فرما دیتا اور سامعین کے دلوں کو اس کی بات کا اثر قبول کرنے کے لئے کھول دیتا ہے۔ چنانچہ اس امر سے فائدہ اٹھانے کے لئے چند سال قبل مساجد کے سنگ بنیاد اور افتتاح کی تقریبات میں شہری انتظامیہ اور پریس کے نمائندوں کو بلانا شروع کیا گیا۔ حضور کے اس تبدیلی کو پسند فرمانے پر رفتہ رفتہ یہ تقریبات اب کم وبیش کلیتاً تبلیغی نوعیت اختیار کر چکی ہیں۔ ان میں شہری انتظامیہ، سیاسی عمائدین اور پریس کو بلانا شعبہ امور خارجیہ کے ذمہ ہوتا ہے۔ جبکہ باقی شعبہ جات بھی اپنے اپنے حصہ کا کام سرانجام دیتے ہیں۔ گزشتہ سال حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی تھی کہ خلیفہ وقت کے ساتھ تقریبات میں اسی مناسبت سے ہر چیز کا معیار ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ امسال تمام انتظامات کو بہتر اور ان کا معیار بلند کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔

قصہ حاتم طائی کی قبر کا

اب ہمیں نئے انتظام پر حضور کے تبصرہ کا شدت سے انتظار تھا۔ افتتاحی تقریب کے دوران حضور ایدہ اللہ نے شعبہ ضیافت کے برادرم شاہد لطیف صاحب کو فرمایا کہ آپ لوگوں نے تو اس مرتبہ حاتم طائی کی قبر پر لات ماری ہے۔ یہ اردو زبان کا ایک محاورہ ہے جس میں قبل از اسلام کے مشہور عرب حاتم طائی کا ذکر کیا گیا ہے جو اپنی سخاوت کے لئے مشہور تھا چنانچہ اگر کوئی شخص اپنی طرف سے بہت سخاوت کرے تو کہا جاتا ہے کہ اس نے حاتم طائی کی قبر پر لات ماری ہے یعنی اس کو سخاوت میں پیچھے چھوڑنے کی کوشش کر رہا ہے۔ ان کے اس محاورہ سے لاعلمی کے اظہار پر فرمایا کہ فلاں دوست سے پتہ کریں۔ انہوں نے مذکورہ دوست سے پوچھا تو جواب ملا کہ حضور آپ کے انتظام سے مطمئن نہیں۔ جب یہ اطلاع ہم تک پہنچی تو ظاہر ہے کہ سب سخت پریشان ہوئے۔ میں حیران بھی ہوا کہ محاورہ تو کھلے خرچ کی کوشش پر استعمال ہوتا ہے۔ لیکن پھر سوچا کہ جن سے پوچھنے کا حضور ارشاد فرمایا ہے ان کی تشریح ہی زیادہ مستند ہے۔ چنانچہ نیشنل سیکرٹریان ضیافت، تبلیغ، جائیداد، امور خارجیہ کی میٹنگ ہوئی۔ مختلف لوگوں کا تبصرہ معلوم کیا گیا۔ غیر احمدی جرمن احباب سے پوچھا، احمدی احباب کی رائے لی گئی، حضور کے قافلہ کے متعدد ممبران سے دریافت کیا۔ سب نے انتظامات پر اطمنان کا اظہار کیا۔ اب ہمیں سمجھ نہ آئے کہ غلطی کہاں ہوئی ہے۔ سب آراء مثبت لیکن حاتم طائی کی قبر اپنی جگہ موجود تھی اور ستم ظریفی یہ کہ تھی بھی بغیر کتبہ کے۔ مجھے ایک طرف تو پریشانی تھی اور دوسری طرف پورا اطمنان بھی۔

چند دن بعد ایک پروگرام کے اختتام پر حضور نے خاکسار کو شرف تخاطب بخشا۔ فرمایا کہ اچھا پروگرام ہو گیا تھا۔ مجھ پر سے تو گویا پہاڑ سا بوجھ اتر گیا۔ اب کسی محاورہ کی تشریح کا سوال باقی تھا نہ کسی کی رائے کی کوئی اہمیت۔ پھر فرمایا مجھے جو تاثرات ملے ہیں وہ تو مثبت ہیں۔ پھر فرمایا میں خطبہ میں کہہ دوں گا کہ مساجد کے فنکشن اچھے ہو گئے ہیں۔ اندھا کیا چاہے، دو آنکھیں۔ میری خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ دوستوں کو بتاتا پھرتا کہ حضور نے فرما دیا ہے کہ فنکشن اچھے ہو گئے ہیں۔ برادرم اشرف ضیاء صاحب نے توجہ دلائی کہ حضور نے قبل از وقت ہی باقی پروگراموں کی کامیابی کی نوید بھی سنا دی ہے۔ ایک بیش قیمت خزانہ تھا جو مجھے عطا ہوا۔ پریشانی کافور ہوئی۔ جان میں جان آئی۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک۔ خلیفہ وقت خوش ہوں تو ایک احمدی کو اور کیا چاہئے؟

خلیفہ وقت کا دل خدا کے ہاتھ میں

جیسا کہ ذکر ہوا ہے کہ گزشتہ سال حضور نے جماعت جرمنی کو بعض معاملات کی طرف توجہ دلائی اور کچھ امور پر عدم اطمنان کا اظہار فرمایا تھا۔ قدرتی طور پر سب پریشان تھے۔ سب نے اپنے اپنے انداز میں انتظامات بہتر کرنے کی کوشش کی، احباب جماعت نے دعائیں بھی کیں۔ جنوری ۲۰۱۵ میں اس خاکسار نے خواب دیکھا کہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک خط میں تحریر فرمایا ہے کہ رات کو خواب میں آنحضورﷺ تشریف لائے تھے اور آپﷺ نے فرمایا ہے کہ اب جرمنی والوں کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ یہی میرے اطمنان کی وجہ تھی۔ لیکن خواب تعبیر طلب ہوتے ہیں اور اکثر مشروط بھی۔ اس لئے پریشانی بھی اپنی جگہ تھی۔

حضور کا مساجد کی تقریبات کے متعلق فرمان میرے لئے اس ایمان میں بہت زیادتی کا باعث تھا کہ خلیفہ وقت خدا تعالیٰ کے ساتھ پوری طرح منسلک اور ہم آہنگ وجود ہوتا ہے۔ اس سے پہلے کبھی ایسا نہ ہوا تھا کہ حضور نے خطبہ میں کسی امر کے متعلق اپنا ارادہ پیشگی ظاہر فرمایا ہو۔ اس پر مستزاد یہ کہ ابھی مساجد کے نصف پروگرام ہوئے ہی نہیں تھے۔ لیکن ایک طرف حوصلہ افزائی کے متعلق خواب دیکھی گئی اور دوسری طرف حضور اقدس نے عام طریق سے ہٹ کر جماعت جرمنی کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ اور یہ بات امسال مسلسل جاری رہی۔ حضور نے ازاں بعد شعبہ تبلیغ اور جلسہ سالانہ کی انتظامیہ کی بھی بہت حوصلہ افزائی فرمائی۔ درحقیقت خلیفہ وقت کا رویہ خدا تعالیٰ کے ارادہ کے تابع ہوتا ہے۔ اور یہ تعلق دوطرفہ ہے۔ کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کسی پر فضل کرتا ہے تو اس کے موافق خلیفہ وقت کے دل میں بھی اس کے لئے رحم بھر جاتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ خلیفہ وقت کسی سے خوش ہوتے ہیں تو اس کے موافق خدا تعالیٰ کا بھی اس پر فضل ہونا شروع ہو جاتا ہے۔

خلیفہ وقت کی خوشنودی حاصل کرنے کے طریق

مشاہدہ سے پتہ چلتا ہے کہ خلیفہ وقت کی رضامندی انسان کو آگے آنے، بڑھ بڑھ کر مشورے دینے، سیانا بننے، بزعم خود معر کے سر کرنے، متقی دکھنے، اخلاص اور فدائیت جتلانے، لمبی رپورٹیں لکھنے وغیرہ امور سے حاصل نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ صرف اور صرف خدا کے فضل پر منحصر ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے اس فضل کو حاصل کرنے کے میرے علم میں اب تک پانچ طریق آئے ہیں۔

اول موہبت۔ خدائے وہاب بلا استحقاق محض اپنی رحمانیت سے خلیفہ وقت کے دل کو کسی سے خوش کردے۔ دوئم دعا۔ ہر کام دعا سے ہوسکتا ہے۔ خلیفہ وقت کی خوشنودی کا حصول بھی۔ سوئم اخلاص۔ دیکھا گیا ہے کہ بعض لوگوں کے دل خلافت کی محبت سے یوں بھرے ہوئے اور پُرخلوص ہوتے ہیں کہ وہ مقناطیس کی طرح خلیفہ وقت کے دل کو اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں۔ چہارم غیرت الٰہی۔ آنحضورﷺ نے بیان فرمایا کہ ایک شخص نے دوسرے کے متعلق فتویٰ دیا کہ خدا اسے کبھی معاف نہ کرے گا اور وہ ضرور جہنم میں جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اُس شخص کو تو بخش دیا اور اُلٹا اس مفتی کو سزا دی۔ چنانچہ کسی کے خلافت پر ایمان پر بدظنی کرتے ہوئے فتویٰ دیا اور اس کی مذمت کی جائے تو خدا تعالیٰ کی غیرت بھڑک کر اسی کو خلیفہ وقت کا قرب بخش دیتی ہے۔ پنجم صلاحیت۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے کہ آپؑ کی دعا کے حصول کے لئے دین کے واسطے کارآمد وجود ہونا چاہیئے۔ صلاحیت وہبی بھی ہوسکتی ہے اور کسبی بھی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

خلیفہ وقت کی خدمت میں خطوط کی اہمیت

خلیفہ وقت کی خدمت میں باقاعدگی سے دعا کی درخواست کے لئے خط لکھنا خلافت کے ساتھ تعلق اور حصول فیض کے لئے اشد ضروری ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اس پر بہت زور دیا ہے۔ یہ تعلق دائمی اور باقاعدہ ہونا چاہیئے۔ صرف کسی مشکل یا مصیبت میں ہی حضور کو خط نہ لکھنا چاہیئے بلکہ کامیابیوں اور خوشی کے مواقع پر حضور کو بھی خوشخبری اور خوشی پہنچانی چاہیئے۔ خواہ دینی ہو یا دنیاوی۔ حضرت مسیح موعودؑ کے ارشاد کے مطابق اصل دعا حصول تقویٰ کی ہے۔ اس کے ساتھ باقی سب امور خود بخود حاصل ہوجاتے ہیں۔

خط کیسے لکھا جائے؟

حضور کی خدمت میں خط اردو، انگریزی یا جرمن میں بھی لکھا جاسکتا ہے۔ ہر خط لکھنے والے کا نام اور اس کے خط کا مقصد ترجمہ ہوکر حضور کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ خطوط سادہ اور بے تکلف ہونے چاہیں۔ جب حضور سفر پر ہوں یا رمضان المبارک یا جلسہ کی مصروفیت ہو، تو بہت مختصر خط لکھنا چاہیئے۔ میرے خیال میں حضور کو خط باوضو ہوکر لکھنا چاہیئے۔ اور اپنے ہاتھ سے لکھنا چاہیئے۔ اگر کسی وجہ سے کمپیوٹر سے لکھنا ہو تو بھی ہر مرتبہ تمام خط از سرِ نو مکمل ٹائپ کرنا چاہیئے۔ خلافت کے احترام کا یہ بھی ایک تقاضہ ہے کہ انسان کم از کم اتنی محنت تو کرے کہ سارا خط خود لکھے یا ٹائپ کرے۔ خط اختصار کے ساتھ لکھنا چاہیئے۔ میرے خطوط ذاتی ہوں یا جماعتی، بڑی لکھائی کے باوجود شاذ ہی ایک صفحہ سے زائد ہوتے ہیں۔ خط کے کاغذ پر ہی اپنا پتہ بھی لکھنا چاہیئے۔ خاص طور پر بچوں سے خطوط لکھوانے چاہئیں تاکہ شروع ہی سے ان کا خلافت کے ساتھ مضبوط تعلق قائم ہوجائے۔ ممکن ہو تو خط اردو میں لکھنا چاہیئے خواہ اردو کمزور ہی کیوں نہ ہو۔

حضور کا انٹرویو

حضور کے دورہ سے پہلے منصوبہ بندی کے وقت ہمارا خیال تھا کہ قومی سطح کے اخبارات کے صحافیوں کے ساتھ ایک انٹرویو طے کیا جائے۔ میری خواہش تھی کہ متعدد صحافیوں کے ساتھ ایک ہی مشترکہ ملاقات ہوتا کہ زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھایا جاسکے۔ جب صحافیوں سے رابطہ کیا گیا تو مشہور جرمن اخبار [دی سائٹ]

کے آن لائن ایڈیشن کی انتظامیہ نے خواہش ظاہر کی کہ وہ انٹرویو کرنا چاہتے ہیں۔لیکن اخبار کی شرط یہ تھی کہ وہ یک وتنہا یعنیexclusive انٹرویو کریں گے۔اس انٹرویو کے لئے حضور نے بیس منٹ کا وقت مرحمت فرمایا۔انٹرویو میں حضور نے تفصیل سے خلافت اسلامیہ، اسلام کی پرامن تعلیمات نیز عالمی صورت حال پر روشنی ڈالی۔

انٹرویو شائع ہوا تو اس کے کچھ حصے مختصر کر دئے گئے تھے لیکن ہمارا مقصد یعنی حضور کے الفاظ میں اسلامی تعلیم کا بیان، پورا ہو گیا۔یہ مضمون قارئین میں کافی مقبول ہوا اور اس پر ایک سو سے زائد تبصرے لکھے گئے۔کہا گیا کہ داعش کے مسئلہ کے متعلق اصل بات حضور نے بیان فرمادی ہے باقی سب سیاسی بیان ہی ہیں۔خاص طور پر حضور کا داعش کی مالی اور فوجی امداد کے راستے روکنے کی ضرورت نیز اس سلسلہ میں بعض مغربی اور شرق اوسط کے ممالک کی منافقت پر بیان پسند کیا گیا۔بعض نے کہا کہ ہم حضور کے صاف اور سیدھے بیانات سے بہت متاثر ہوئے ہیں۔الحمدللہ۔انٹرویو اردو میں کیا گیا تھا اورMTA نے بطور ویڈیو انٹرنیٹ پر لگا دیا ہے۔

جرمنی کے نام پیغام

انٹرویو میں حضور نے جرمنی کے لئے یہ پیغام عطا فرمایا کہ جرمنی کو یورپ کو اکٹھا رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔فرمایا کہ جرمنی کو یہاں آکر بسنے والوں کے لئے دل بڑا کرنا چاہئے۔اور یہاں آکر بسنے والوں کو بھی جرمنی کا وفادار رہنا چاہئے۔

ڈاکٹر کا خطاب

چھبیس مئی کو مختلف جامعات کے اسلامیات کے پروفیسرز کے ساتھ ملاقات ہوئی۔اس ملاقات میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک موقع پر خاکسار کی جانب اشارہ کرتے ہوئے [ڈاکٹر داؤد] کے الفاظ استعمال فرمائے۔مجھے محسوس ہوا کہ درحقیقت مجھے اب ڈاکٹریٹ کی ڈگری عطا کی گئی ہے۔

۔۔۔وہ مسکرا دیا تو میں شاعر ادیب تھا۔۔۔

اس خاکسار نے ۲۰۰۸ میں کمپیوٹر سائنس میں پی ایچ ڈی کی تھی لیکن نام کے ساتھ ڈاکٹر نہیں لکھتا تھا۔ایک دن امیر صاحب نے میرا خط دیکھ کر حکم دیا کہ آئندہ سے اپنے نام کے ساتھ ڈاکٹر لکھا کریں کیونکہ جماعت کو اس بات کی ضرورت ہے۔اس حکم کی تعمیل اور جماعتی مفاد کے پیش نظر نام کے ساتھ ڈاکٹر لکھنا شروع کیا۔لیکن حضور اقدس کی خدمت میں کبھی نہیں لکھا۔خلیفہ وقت جماعت کا استاد ہے جو کہ خدائے علیم سے علم پاتا ہے۔چنانچہ خلیفہ وقت کے سامنے ہماری حیثیت، خواہ کتنا ہی اور کیسا ہی علم حاصل کر لیں، کبھی طفل مکتب جتنی بھی نہیں ہو سکتی۔لیکن میرا عمل صرف ایک ذوقی اور ذاتی بات ہے۔ورنہ بہت سے لوگ اپنے القاب حضور کی خدمت میں لکھتے ہیں اور اس میں کوئی حرج بھی نہیں۔

وزیر خارجہ

ایک دفعہ عجیب واقعہ ہوا۔بطور سیکرٹری امور خارجیہ خدمت کی توفیق ملنے کے بعد پہلا جلسہ سالانہ تھا، ۲۰۱۱ میں۔جلسہ سے قبل ناظمین کے ساتھ مصافحہ کی تقریب تھی۔ہم سب قطار میں کھڑے تھے۔جب میری باری آئی تو محترمی امیر صاحب نے حضور کی خدمت میں بطور تعارف عرض کیا [ڈاکٹر داؤد مجوکہ۔ سیکرٹری خارجہ]۔حضور نے خاکسار کی طرف دیکھ کر فرمایا [وزیر خارجہ]۔امیر صاحب کو غالباً اردو لفظ [وزیر] معلوم نہ تھا چنانچہ انہوں نے دوبارہ عرض کیا [یہ سیکرٹری خارجہ ہیں]۔اس پر حضور اقدس نے خاکسار کی طرف دیکھتے ہوئے مکرر فرمایا [وزیر خارجہ]۔اس پر خاکسار نے عرض کیا [جی حضور] اور دست مبارک کو بوسہ دینے اور مصافحہ کرنے کی سعادت حاصل کی۔حضور مسکرا کر آگے تشریف لے گئے۔

جب خلیفہ وقت کوئی بات مکرر فرمادیں تو احترام کا تقاضہ یہی ہے کہ اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے خاموشی اختیار کی جائے۔کسی امر کی طرف متوجہ کرنے کے

لئے ایک دفعہ کچھ عرض کرنا کافی ہوتا ہے۔خلیفہ وقت کی بات پر اپنی عقل سے فتویٰ نہیں لگانا چاہئے۔

ایک گستاخ شخص

علماء کے ساتھ مذکورہ بالا ملاقات میں ایک پاکستانی نژاد پروفیسر بھی موجود تھے۔ یہ اسلامیات کے موضوع پر ایک اتھارٹی سمجھے جاتے ہیں اور جماعت سے بخوبی واقف ہیں۔ جرمن حکومت نے ان کو جماعت کے متعلق اپنی پیشہ ورانہ رائے دینے کا کام دیا تھا۔اس کے لئے انہوں نے نہ صرف ہمارا لٹریچر پڑھا بلکہ ہمارے مختلف شعبہ جات کے ساتھ ملاقاتیں بھی کیں۔ جماعت کے نظام اور خلافت کے ساتھ تعلق پر معلومات حاصل کیں۔شوریٰ کا نظام اور خلیفہ وقت کی منظوری کا طریق، اسی طرح بیعت واخراج کا طریق۔ مالی نظام، قضاء وغیرہ دیکھا۔پس یہ خلافت کی اہمیت سے بخوبی واقف تھے۔مزید برآں گزشتہ سالوں میں یہ حضور سے ملنے کی کئی مرتبہ خواہش بھی ظاہر کر چکے تھے۔

لیکن ملاقات شروع ہوئی تو چھوٹتے ہی انہوں نے شوخ رویہ اختیار کیا۔ میں حیران کہ انہیں ہوا کیا ہے؟ ان سے اس طرز عمل کی قطعاً توقع نہیں تھی۔ انہوں نے خود حضور کی خدمت میں حاضر ہونے کی خواہش ظاہر کی تھی۔ ان کو میٹنگ کا طریق اور مقصد بتایا گیا تھا اور ملاقات شروع ہونے سے پہلے وہ باقی پروفیسرز اور امیر صاحب کے ساتھ بات چیت بھی کرتے رہے تھے۔ اگر کوئی بات واضح نہ تھی تو پوچھ سکتے تھے۔ حضور نے کمال حکمت سے ان کو خاموش کروا کر باقی احباب کے سوالات کے جواب عطا فرمائے۔ تفصیلی ملاقات ہوئی۔ سب پروفیسرز نے سوالات کئے۔ ان کے اسسٹنٹ محققین، جوانڈونیشیا، پاکستان، ترکی اور جرمنی سے تعلق رکھتے تھے، نے بھی سوالات کئے۔ آخر پر پروفیسر شروٹر صاحبہ نے حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ جماعت نہ صرف امن کا پرچار کرتی ہے بلکہ میں اس بات سے بہت متاثر ہوں کہ اس پر ہر حال میں عمل بھی کرتی ہے۔ لاہور واقعہ کے بعد جماعت نے مکمل پر امن طرز عمل اختیار کیا۔ اور مسلسل مظالم کے باوجود کبھی غلط رویہ نہیں اپنایا۔ حالانکہ ایسے حالات میں پر امن رہنا مشکل ہوتا ہے۔

بہر حال میٹنگ ختم ہوئی۔ باہر آئے تو مجھے کسی پل چین نہ آئے۔ دل بالکل بجھ گیا۔ مہمانوں کے ساتھ کھانا تھا۔ مذکورہ پروفیسر صاحب بہر حال مہمان تھے اور مہمان نوازی ہمارا فرض تھا۔ سب مہمانوں سے بات چیت کی لیکن ان کی طرف دیکھا بھی نہیں اور واقعی نہیں دیکھا۔ بس دل ہی نہیں چاہا۔ ان کو فرینکفورٹ ٹرین سٹیشن پہنچانے کا انتظام بھی کیا۔ لیکن یہ گتھی سلجھائے نہیں سلجھتی نہ تھی کہ آخر انہیں ہوا کیا تھا؟

حضور کی فراست اور MTA کو اہم ہدایت

اگلے دن حضور نے ہدایت دی کہ آئندہ ملاقاتوں میں جب تک تمام حاضرین سے پیشگی اجازت نہ لی جائے ایم ٹی اے عکس بندی نہ کرے۔ اور اجازت کی صورت میں بھی ایک کیمرے کے ساتھ کمرے کے ایک کونے میں رہیں۔ اگر اجازت نہ ملے تو صرف آڈیو ریکارڈنگ کا انتظام ہو۔

اس پر میرا خیال اس طرف گیا کہ ایم ٹی اے والوں کو دیکھ کر شائد پروفیسر صاحب کو خیال ہو کہ کہیں جماعت اس منظر کو کسی مقصد کے لئے استعمال نہ کرے۔ چنانچہ پھر اپنی غیر جانبدارانہ حیثیت ثابت کرنے کے لئے شوخی کی ہو۔ بہر حال یہ صرف ایک اندازہ تھا۔ لیکن اس سے اگلے دن ایک احمدی کے توسط سے پروفیسر صاحب کا پیغام موصول ہوا کہ اب وہ اپنی اہلیہ کے ہمراہ جلسہ سالانہ پر آنے کی اجازت چاہتے ہیں۔ تب اس خیال کو اور بھی تقویت ملی کہ ملاقات میں ان کی شوخی کسی مقصد کی خاطر تھی وگرنہ وہ جماعت سے بدستور رابطہ رکھنا چاہتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

حضور کی شفقت و دلجوئی

ملاقات کے بعد خاکسار نے حضور کی خدمت میں معافی کی درخواست کی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ بطور سیکرٹری امور خارجیہ میں اس ملاقات کا ذمہ دار تھا۔ کوئی غیر مناسب بات ہونا صرف میری ہی معصیت کا نتیجہ تھا۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ انسان کی بہت ہی پردہ پوشی فرماتا ہے۔ یہاں تک کہ انسان اپنی زیادتیوں کی بنا پر

اس قابل نہیں رہتا کہ اس کی پردہ پوشی کی جائے۔تب ہی اس طرح کے امور پیش آتے ہیں۔یقیناً اللہ انسان پر ظلم نہیں کرتا بلکہ وہ خود ہی اپنی جان پر ظلم کرنے والا ہے۔

مشاہدہ یہ ہے کہ کوئی غلطی ہو جائے تو حضور دلجوئی کا بہت خیال فرماتے ہیں۔بار بار تسلی دلاتے جاتے ہیں یہاں تک کہ انسان کو یقین ہو جاتا ہے کہ حضور نے معاف فرما دیا ہے۔چنانچہ اسی روز حضور نے خاکسار کو شرف تخاطب عطا کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ پروفیسر لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں۔اگلے روز نماز ظہر سے پہلے مسجد میں پاس بلا کر پھر اس بارہ میں تبصرہ فرمایا۔پھر اس سے اگلے دن دوبارہ نماز ظہر سے قبل اس بارہ میں گفتگو فرمائی۔پھر پروفیسر صاحب کی جلسہ میں شمولیت کی درخواست پر اپنے دست مبارک سے نوٹ لکھ کر بھجوایا۔پھر عابد خان صاحب پریس سیکرٹری اور مبارک ظفر صاحب، ایڈیشنل وکیل المال، کو الگ الگ ملاقاتوں میں فرمایا کہ ملاقات اچھی تھی۔

بیت العافیت

جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے اسی روز انصار اللہ اور لجنہ اماء اللہ کی نئی خرید کردہ عمارت [بیت العافیت] کا افتتاح تھا۔نوے کی دہائی کے آغاز میں مجھے اس عمارت کے ایک چھوٹے سے حصہ میں جو اس وقت جماعت کے پاس تھا، رات بسر کرنے کا اتفاق ہوا تھا۔وہ نظارہ اب بھی آنکھوں کے سامنے ہے۔اب اللہ کے فضل سے یہ پانچ منزلہ عمارت محض دو ذیلی تنظیموں نے مکمل خرید لی ہے۔جبکہ بیت العافیت کے سامنے چار منزلہ بیت السبوح میں جماعت کے دفاتر ہیں اور اُس کے برابر میں واقع ایوان خدمت میں خدام الاحمدیہ کے۔جماعت کی ترقی اور حضرت مسیح موعودؑ کے الہام وسع مکانک کی سچائی کی یہ صرف ایک مثال ہے۔الحمد للہ۔

پروٹوکول

خلیفہ وقت کے لئے ایک پروٹوکول ترتیب دی گئی ہے جس کو امور خارجیہ کی تمام ملاقاتوں میں ملحوظ رکھا جاتا ہے۔مساجد کی تقاریب میں پروٹوکول یہ ہے کہ غیر احمدی مہمانوں میں سب سے پہلے شہر کے میئر مصافحہ کا شرف حاصل کرتے ہیں، پھر وفاقی اسمبلی اور وفاقی حکومت کے نمائندے، پھر صوبائی اسمبلی اور صوبائی حکومت کے نمائندے۔منتخب نمائندوں کو انتظامیہ کے افسران پر تقدم حاصل ہے۔مقامی سیاستدانوں کو وفاقی سیاستدانوں پر۔شہر کی طرف سے صرف ایک شخص نمائندہ ہوتا ہے۔جبکہ وفاقی اسمبلی کے تمام ممبران کو یہ اعزاز دیا جاتا ہے۔ان تقریبات میں سٹیج پر امیر صاحب حضور کے بائیں اور شہر کا نمائندہ دائیں بیٹھتے ہیں۔سٹیج پر چار یا پانچ افراد بیٹھتے ہیں۔سیکرٹری سٹیج الگ اور پیچھے ہٹ کر بیٹھتا ہے۔سب سے پہلے حضور سے پروگرام شروع کرنے کی اجازت چاہی جاتی ہے۔اور جب تک حضور اجازت مرحمت نہ فرمائیں پروگرام شروع نہیں کیا جاتا۔سٹیج سیکرٹری کی گزارشات مختصر ترین جملوں پر مشتمل ہوتی ہیں تاکہ حضور کا جس قدر وقت ممکن ہو بچ سکے۔

دفتری ملاقاتوں میں پروٹوکول یوں ہے کہ حضور کے سامنے دائیں جانب امیر صاحب اور بائیں جانب سیکرٹری امور خارجیہ بیٹھتا ہے۔عین سامنے مہمان بیٹھتے ہیں۔آغاز میں سیکرٹری امور خارجیہ مہمانوں کا انفرادی یا اجتماعی مختصر تعارف کرواتا ہے۔اس کے بعد حضور گفتگو کا آغاز فرماتے ہیں۔پروٹوکول کے متعلق ایک خط ملاقات کے لئے آنے والے تمام ملاقاتیوں کو پہلے بھجوایا جاتا ہے۔اس میں حضور کو مخاطب کرنے کا طریق، حضور کا لقب وغیرہ امور درج ہوتے ہیں۔خواتین کو مصافحہ کے متعلق اسلامی طریق بتا دیا جاتا ہے۔

ملاقات کا ماحول بے تکلف ہوتا ہے۔بسا اوقات حضور از خود کوئی بات دریافت فرما لیتے ہیں۔کبھی کوئی لطیفہ یا ہلکی پھلکی بات بھی ہو جاتی ہے۔گفتگو کو کسی خاص موضوع کی طرف لانا مقصود ہو تو خاکسار کچھ عرض بھی کر لیتا ہے۔حضور نے پہلے سے بتایا ہوتا ہے کہ ملاقات اتنے منٹ کی ہوگی۔چنانچہ وقت ہونے پر خاکسار حضور کی خدمت میں تصاویر کی درخواست کرتا اور کھڑا ہو جاتا ہے۔

ایک کارکن سے شفقت

حضور ساتھ ساتھ مختلف امور میں تربیت فرماتے جاتے ہیں۔ جب پہلی مرتبہ برلن میں ملاقاتیں ہوئیں تو حضور نے بلا کر شرف مصافحہ بخشا۔ پھر ارشاد فرمایا کہ خارجہ کے کاموں میں تحائف بھی ضروری ہوتے ہیں۔ تحائف کا بجٹ بھی رکھیں۔ بس۔ کوئی باز پرس نہیں فرمائی کہ تحائف کیوں نہیں تھے وغیرہ۔ حالانکہ یہ بات علیحدگی میں ہو رہی تھی۔ اس ارشاد کے مطابق اب مہمانوں کے لئے تحائف کا انتظام ہوتا ہے۔ ایک کارکن ملاقات کے اختتام پر تحائف لے آتے ہیں جو کہ امیر صاحب حضور کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ مساجد کی تقریبات میں ایسا سٹیج پر کیا جاتا ہے۔ اس مرتبہ یہ خدمت عظمت احمد صاحب کے سپرد تھی۔ احتیاطاً زائد تحائف تیار کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ آخر میں حضور نے ان کے ہاتھ میں زائد تحفہ دیکھ کر فرمایا کہ یہ آپ کے لئے ہے۔ ہاناؤ میں پھر اسی طرح ہوا۔ اس کے بعد ایک روز وہ کہنے لگے کہ حضور نے مجھے دو مرتبہ تحفہ دیا ہے مجھے لگتا ہے کہ حضور مجھے پسند کرتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ ہاں یہ بات ٹھیک ہے۔ [اس لئے کہ حضور سب احمدیوں کو پسند کرتے ہیں اور عظمت صاحب تو مخلص اور محنتی کارکن ہیں]۔

خلیفہ وقت کی جماعت سے محبت

یہ کوئی قیاسی بات نہیں۔ یقیناً جس طرح احباب جماعت کو خلیفہ وقت کے ساتھ محبت ہے اسی طرح خلیفہ وقت کو بھی احباب جماعت کے ساتھ محبت ہے اور اس کا اندازہ مختلف امور سے ہوتا رہتا ہے۔ کچھ عرصہ قبل ایک عرب ملک میں ایک احمدی کو محض احمدی ہونے کی بنا پر قید کر لیا گیا۔ اس معاملہ میں حضور کی طرف سے جماعت جرمنی کو بھی کام کرنے کا موقع عطا کیا گیا۔ حضور کی اس احمدی بھائی کے لئے فکرمندی کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ ہمیں ہدایت تھی کہ ہر روز کے کام کی رپورٹ روزانہ دی جایا کرے۔ چنانچہ روز رپورٹ دی جاتی اور حسب ضرورت ہدایات ملتیں۔ پھر حضور نے قانونی چارہ جوئی میں مدد کے لئے امریکہ سے دو احمدی وکلاء کو وہاں بھجوایا۔ چنانچہ وہ دن بھر کام کرتے اور رات کو چار ممالک کے ساتھ رابطہ ہوتا جس میں اگلے دن کا لائحہ عمل بنتا۔ پھر حالات ایسے ہو گئے کہ ہمارے وکلاء کو وہ ملک چھوڑنا پڑا۔ جب تدبیریں تمام ہو چکیں تو بالآخر اس احمدی کو محض حضور کی توجہ اور دعا سے رہائی ملی۔ اس کی تقریب یوں ہوئی کہ وہاں کے بادشاہ کی کامیاب جراحی ہوئی۔ اس خوشی میں اس نے بہت سے قیدیوں کو رہا کیا تو ہمارے اس عرب بھائی کو بھی نجات ملی۔ یہ صرف ایک دفعہ کی بات نہیں ہے۔ خاکسار کو آٹھ ممالک میں احمدیوں پر مظالم کے کیس بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا ہے اور ہر دفعہ حضور کی فکرمندی مشاہدہ کی ہے۔

خلیفہ وقت کی اس محبت کی وجہ سے احباب جماعت میں سے ہر ایک کا یہ خیال ہوتا ہے کہ حضور اس سے ہی زیادہ شفقت کا سلوک فرماتے ہیں۔ مثلاً ملاقاتوں کے متعلق اکثر احباب کا دعویٰ ہوتا ہے کہ حضور نے انہیں عام طریق سے زیادہ وقت عطا فرمایا ہے۔ ملاقات کے بعد حضور کی اپنے ساتھ بے تکلف گفتگو کا ذکر کرتے ہیں۔ بعض دفعہ دیکھا ہے کہ ایک اپنی ملاقات کے حوالہ سے بات کرتا ہے تو دوسرا اس سے زیادہ بڑھ کر حضور کی شفقت کے ثبوت پیش کرتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں بھی ایسے مقابلے ہوتے اور صحابیات میں یہ بحث ہو جاتی تھی کہ حضورؑ کس کے خاوند سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔ حضرت اماں جانؓ نے ایک دفعہ ایسے ہی موقع پر تجربہ کیا تو ثابت ہوا کہ حضورؑ کو سب سے زیادہ محبت حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ سے تھی۔

گنبد بنانے کی ہدایت

ستائیس مئی کو ہانوؤ کی مسجد کا افتتاح تھا۔ یہ نمازیوں کی گنجائش کے لحاظ سے صوبہ ہیسن کی سب سے بڑی مسجد ہے جو ایک سابقہ سپر مارکیٹ کو تبدیل اور میناروں کا اضافہ کر کے بنائی گئی ہے۔ حضور نے معائنہ کے دوران مسجد میں گنبد کا اضافہ کرنے کا ارشاد فرمایا۔ پھر اپنی بات کو واضح کرنے کے لئے کاغذ پر خاکہ بنا کر سمجھایا کہ اس طرح کا گنبد فلاں جگہ پر ہونا چاہئے۔ شعبہ جائیداد نے اس خاکہ کے مطابق تکنیکی نقشہ بنا کر کے حضور کی خدمت میں پیش کر دیا۔

حضور جماعتی عمارتوں کے نقشہ جات پر خاص توجہ فرماتے ہیں۔ فورسہائم میں مسجد پر گنبد تو تھا لیکن اس کا ڈیزائن روایتی گنبد سے بہت ہٹ کر تھا۔ حضور نے اس گنبد کو مروجہ طریق کے مطابق کرنے کا ارشاد فرمایا۔ جامعہ احمدیہ میں اسمبلی ہال کی بڑی دیوار پر اسلامی طرز تحریر کے مطابق خوشخط آیات لگانے کا ارشاد فرمایا۔ حضور مساجد اور جماعتی عمارتوں کے متعلق مخصوص اسلامی طرز تعمیر کو مدنظر رکھنے کو پسند فرماتے ہیں۔

محترمہ بوخھولز صاحبہ

ہاناؤ میں ممبر قومی اسمبلی محترمہ بوخھولز صاحبہ، جو کہ لیفٹ پارٹی سے تعلق رکھتی ہیں، بھی تشریف لائی تھیں۔ ان کا جماعت کے ساتھ دیرینہ قریبی تعلق ہے۔ انہیں پہلے بھی حضور کی خدمت میں حاضر ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ گزشتہ سال جماعت کے خلاف چلنے والی مہم کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ہمارے پروگراموں میں حسب سابق شامل ہوئیں۔ افتتاح والے دن بھی کچھ اخباروں نے مسجد کے افتتاح کا ذکر کرتے ہوئے ان الزامات کا بھی ذکر کیا۔ انہوں نے اپنی تقریر میں اس بات کی مذمت کی۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ افتتاحی تقریب کے بعد کھانے کے وقت لارڈ میئر صاحب نے حضور سے اپنے اگلے پروگرام میں شرکت کے واسطے اجازت لی تو حضور کی دائیں جانب ان کو بیٹھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

اس موقع پر حضور نے جو خطاب فرمایا اس سے متاثر ہو کر ضلع کمشنر، جناب پیپا صاحب نے عرض کیا کہ اس کی نقل ان کو دی جائے۔ پھر کہنے لگے کہ وہ چاہتے ہیں کہ یہ خطاب انٹرنیٹ پر لگایا جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اسے پڑھ سکیں۔ حضور نے ان کی درخواست قبول فرمائی۔

حضور کی ہدایت پر عمل کی کوشش

حضور نے پچھلے سال جماعت جرمنی کو ایک نصیحت یہ بھی فرمائی تھی کہ جب آپ یہ سمجھیں کہ ہمیں پتہ ہے اور ہم یہ کام کرلیں گے اور ڈھیلے Relax پڑ جائیں تب ہی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ گذشتہ سال حضور کی موجودگی میں کم وبیش ہر تقریب میں مجھ سے کوئی نہ کوئی غلطی ہو جاتی تھی۔ اس دوران حضور نے ایک مرتبہ بھی نہیں فرمایا کہ آپ بار بار غلطی کیوں کر رہے ہیں؟ اشارہ تک نہیں فرمایا۔ دورہ کے بعد برادرم حافظ فرید خالد صاحب، سیکرٹری تبلیغ، نے تشخیص کی کہ میں بھی آرام یافتہ ہو گیا ہوں اور یہی خرابی کی اصل جڑ ہے۔ چنانچہ اس مرتبہ میں نے ہر ایک بات لکھ کر کم از کم تین مرتبہ اونچی آواز سے پڑھ کر اس کی باقاعدہ مشق کی۔ اگرچہ مساجد کی تقریبات میں وہی فقرے بار بار دہرائے جاتے تھے لیکن حضور کے ارشاد کے پیش نظر ہر مرتبہ نئے سرے سے مشق کرتا تھا۔ اسی طرح طریق کار میں بھی کچھ تبدیلیاں کیں۔ اس کا فائدہ یہ ہوا کہ اس دفعہ مساجد کے کسی پروگرام میں غلطی نہیں ہوئی۔

خلافت کا جداگانہ معاملہ

بار بار کا مشاہدہ یہ ہے کہ دنیا کے تمام مروجہ اور ثابت شدہ اصول خلیفہ وقت کے متعلق امور میں معطل ہو جاتے ہیں۔ جب تک حضور کی ہدایات پر من وعن عمل نہ کیا جائے ناممکن ہے کہ کوئی چھوٹا سا کام بھی درست چل سکے۔ یہاں تک کہ کسی کام کے لئے حضور ایسی ہدایت دیں جو کہ بظاہر لاتعلق ہو تو بھی عین حضور کی ہدایت پر عمل کرنے سے ہی فائدہ ہوتا ہے اور جس طرح ہمارے خیال اور بار بار کے تجربہ کے مطابق ہونا چاہئے، اس طرح فائدہ نہیں ہوتا۔

ایک دفعہ کینسر کے ایک مریض کا معاملہ حضور کی خدمت میں پیش ہوا۔ فرمایا کچھ نہیں ہوگا۔ پھر فرمایا فلاں عضو کے لئے فلاں دوا اچھی ہے وہ استعمال کریں۔ عرض کیا گیا کہ حضور ان کو بیماری فلاں عضو میں ہے۔ فرمایا اس عضو کے لئے بھی وہ دوا اچھی ہے۔ وہی استعمال کریں۔ میں نے ساری گفتگو کے پیش نظر مریض کو کہا کہ اب ہرگز حضور کی بتائی ہوئی دوا کو مت چھوڑنا۔ آپ کو اب اسی دوا سے شفاء ہوگی۔ چنانچہ ۸-۹ سال سے اس مریض کو دیکھ رہا ہوں کہ بالکل ٹھیک ہے اور رپورٹس کے مطابق کینسر کا کوئی نشان نہیں۔ جبکہ اطباء کے تجربہ کے مطابق اس عضو کے کینسر والے مریض چھ ماہ سے پانچ سال تک ہی جیتے ہیں اور بہت کم دس سال تک۔

اصل بات یہ نہیں کہ معاملہ کیا ہے اور ہدایت کیا ہے، بلکہ اصل بات یہ ہے کہ حضور کے ہدایت پر پورا عمل کیا گیا ہے یا نہیں۔ اگر حضور کی کسی ہدایت پر اس شعور کے ساتھ عمل کیا جائے کہ یہ خلیفہ وقت کی ہدایت ہے اور ہم نے اس پر خدا تعالیٰ کے حکم کے موافق عمل کرنا ہے کہ تو سارا معاملہ ٹھیک ہو جاتا ہے۔ ورنہ چوپٹ۔

آمین کی تقاریب

حضور انور کے دورہ کے دوران ہمیشہ متعدد تقاریب آمین منعقد ہوتی ہیں۔ ایک وقت میں پچیس بچوں کی آمین ہوتی ہے جو ایک قطار میں بیٹھ جاتے ہیں اور باری باری حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر ایک ایک آیت پڑھتے ہیں۔ ان میں بعض بچے تو بہت ہی کم عمر ہوتے ہیں۔ بعض غلطیاں بھی کرتے ہیں لیکن پہلی مرتبہ پڑھنے والے بچے سے غلطی تو متوقع ہی ہوتی ہے۔ اس مرتبہ ایک دن ایک بچی نے عرض کیا کہ بغرض برکت حضور اس کے سر پر ہاتھ رکھ دیں۔ ایک دن ایک بچی نے درخواست کی کہ وہ حضور کے ہاتھ کا بوسہ لینا چاہتی ہے۔ حضور نے دونوں دفعہ بچوں کی درخواست قبول فرمائی۔ ایک دن ایک لڑکا سامنے رکھے قرآن کریم کی بجائے بار بار اپنے والد صاحب کی طرف دیکھے جارہا تھا۔ حضور نے پیار سے اس کی گردن پکڑ کر اس کا چہرہ اس وقت تک قرآن کریم کی جانب کئے رکھا جب تک کہ اس نے تلاوت مکمل نہ کر لی۔ اللہ تعالیٰ خلافت کے ذریعہ اسی طرح جماعت کا رخ بھی درست سمت میں موڑے رکھتا ہے۔

چھوٹے بچوں کی یہ بے تکلف اور بے ساختہ مجلس حضور پسند فرماتے ہیں۔ ان تقریبات کے نتیجہ میں بچوں اور ان کے خاندانوں کا خلافت سے تعلق بھی بڑھتا ہے اور قرآن کریم سیکھنے کی طرف توجہ بھی۔ شائد اسی لئے حضور اس پروگرام کو بہت وقت دیتے ہیں۔

حیرت انگیز یادداشت

تیس مئی کو یونیورسٹیوں کے احمدی طلباء کے ساتھ ملاقات تھی۔ کچھ عرصہ قبل بھی ایک ایسی ہی ملاقات میں حاضر ہونے کا موقع ملا تھا۔ اُس وقت ایک نوجوان نے حضور سے کمپیوٹر میں مصنوعی عقل کے موضوع پر ایک سوال کیا تھا۔ اس دفعہ پھر اسی طالب علم نے اسی موضوع پر سوال کا آغاز کرتے ہوئے کہا کہ حضور نے ایسے ایسے فرمایا تھا اس بارہ میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ حضور نے فرمایا کہ میں نے یوں نہیں کہا تھا بلکہ یوں کہا تھا۔ الفاظ میں معمولی لیکن اہم فرق تھا۔ مجھے موضوع میں دلچسپی کی وجہ سے یاد تھا کہ حضور نے ویسے ہی فرمایا تھا۔ یہ پہلا موقع نہیں بلکہ متعدد بار حضور کی حیرت انگیز یادداشت ملاحظہ کرنے کا تجربہ ہوا ہے۔ مثلاً حضور نے ایک جرمن مہمان کو عندالملاقات فرمایا کہ میں آپ سے پہلے مل چکا ہوں۔ مہمان کو تو خیر اچھی طرح یاد تھا چنانچہ اس نے اسی وقت تصدیق کی کہ ہاں ایسا ہی ہے۔ جبکہ مجھے بھول چکا تھا اور حضور کے بیان فرمانے پر ہی یاد آیا کہ واقعی ان سے ملاقات ہوئی تھی۔ درمیانی عرصہ میں حضور مختلف ممالک میں سینکڑوں مہمانوں سے ملاقاتیں فرما چکے ہوں گے لیکن ان صاحب کو دیکھتے ہی معین طور پر فرمایا کہ میں آپ سے پہلے بھی مل چکا ہوں۔

ترجمہ کے متعلق احتیاط

چار جون کو گیزی صاحب جو کہ وفاقی پارلمنٹ میں اپوزیشن لیڈر اور لیفٹ پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں، ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ گیزی صاحب انگریزی نہیں بولتے اس لئے ترجمہ کی ضرورت پیش آئی۔ حضور اس سلسلہ میں بہت احتیاط فرماتے ہیں۔ چنانچہ اس ملاقات سے پہلے ایک دن حضور نے نماز ظہر سے قبل دریافت فرمایا کہ فلاں تقریب میں مترجم نے اپنی طرف سے مرچ مصالحے تو نہیں لگائے؟ خاکسار نے عرض کیا [میں خیال نہیں کرتا کہ انہوں نے ایسا کیا ہو]۔ پھر حضور نے ایک اور تقریب کے مترجم کے متعلق بھی یہی فرمایا کہ انہوں نے اپنی طرف سے مرچ مصالحے تو نہیں لگائے؟ میں نے پھر یہی عرض کیا کہ [میں خیال نہیں کرتا کہ انہوں نے ایسا کیا ہو]۔ چنانچہ اس پس منظر میں گھبراہٹ تھی۔ لیکن اللہ کا شکر ہے کہ ترجمہ درست ہو گیا۔ حضور دوران گفتگو مختلف حکمتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے بہت نپے تلے الفاظ استعمال فرماتے ہیں اس لئے ضروری ہوتا ہے کہ ترجمہ عین حضور کے الفاظ کے مطابق ہو۔

زبان کے متعلق حضور کا طریق

بارہا ایسا ہوا ہے کہ کوئی مہمان عرض کرتا ہے کہ میں جرمن میں بات کروں گا۔اس پر ہمیشہ حضور فرماتے ہیں کہ ٹھیک ہے،لیکن مجھے اجازت دیں میں اردو میں بات کروں گا۔کوئی ایک بھی موقع ایسا نہیں جب کسی مہمان نے جرمن میں بات کی ہو اور حضور نے انگریزی میں جواب دیا ہو۔البتہ سوال انگریزی میں ہو تو حضور جواب بھی انگریزی میں عطا فرماتے ہیں۔

سعادت مند سیاستدان

خیر ملاقات شروع ہوئی۔مجھے یہ دیکھ کر بہت ہی مسرت ہوئی کہ گیزی صاحب نے نہایت سادگی اور انکسار سے بات کی۔وہ بار بار کہتے، یور ہولی نیس، فلاں مسئلہ ہے فلاں مسئلہ ہے اور ہمارے پاس اس کا کوئی حل نہیں۔آپ رہنمائی فرمائیں۔ان کی حیثیت کے سیاستدانوں میں عموماً جو تکبر اور نخوت پائی جاتی ہے اس سے بالکل پاک دکھائی دیے۔گیزی صاحب جرمنی کے عقلمند ترین سیاستدانوں میں شامل سمجھے جاتے ہیں۔اور انہوں نے اس روز یہ بات ثابت کر دی۔ حضور نے ان کی پارٹی کی کامیابی اور اوپر آنے کے لئے دعا بھی کی۔کوئی ایک بھی مسئلہ مجھے یاد نہیں جس میں ان کی رائے حضور سے مختلف ہو۔کئی امور میں حضور ایک بات فرماتے اور گیزی صاحب اس کی تائید میں مثالیں دیتے۔یا گیزی صاحب ایک بات کرتے اور حضور اس کے متعلق مثالیں دیتے۔

سخت انتباہ

ایک موقع پر، جب امن عالم کے قیام کے متعلق بات ہو رہی تھی، حضور نے گیزی صاحب کو فرمایا کہ امن و من کوئی نہیں ہونا۔میری یہ بات لکھ لیں۔اگر نئی اقوام متحدہ نہ بنائی گئی اور انصاف نہ کیا گیا تو تیسری جنگ عظیم ضرور ہو گی۔حضور کا اشارہ سکیورٹی کونسل میں ویٹو کے غیر منصفانہ قانون کی طرف تھا۔

ہیسن کے اپوزیشن لیڈر جلسہ پر

ابھی وفاقی اسمبلی میں اپوزیشن لیڈر، گیزی صاحب، کا تذکرہ گزرا ہے جو جمعرات کو حاضر ہوئے تھے۔جمعہ والے دن، جو کہ جلسہ سالانہ کا پہلے دن تھا، صوبہ ہیسن، جس میں فرینکفورٹ بھی واقع ہے، کی صوبائی اسمبلی کے اپوزیشن لیڈر تشریف لائے۔انہوں نے نیچے بیٹھ کر حضور کا خطبہ جمعہ سنا حالانکہ غیر مسلم احباب کو اس طرح نیچے بیٹھنے کی عادت نہیں ہوتی۔انہیں کرسی پیش بھی کی گئی تھی لیکن انہوں نے باقی احباب کی طرح نیچے بیٹھنا پسند کیا۔شیفر۔گمبل صاحب ایس پی ڈی سے تعلق رکھتے ہیں۔انہوں نے دو سال قبل حضور کو پارٹی کے پارلمانی وفد سے ملاقات کے لئے مدعو بھی کیا تھا۔اور پچھلے سال جلسہ سالانہ کے موقع پر حضور کو صوبائی اسمبلی میں خطاب کی دعوت بھی دی۔

خلیفہ وقت کے سامنے صرف مستند بات کرنی چاہیے

جلسہ پر ہفتہ کے روز غیر احمدی احباب سے خطاب ہوتا ہے جس میں حضور انگریزی میں خطاب فرماتے ہیں۔اس روز جب حضور نماز مغرب و عشاء کے لئے تشریف لائے تو دریافت فرمایا کہ کتنے جرمن میٹنگ میں شریک تھے۔میرا ایک اندازہ تو تھا لیکن معین علم نہیں تھا اس لئے خاموش رہا۔اتنے میں حضور کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ اتنے لوگ تھے۔حضور نے دوبارہ دریافت فرمایا۔نیز فرمایا میرے خیال میں اتنے ہوں گے۔میں پھر خاموش رہا۔لوگوں نے پھر وہی عدد پیش کیا کہ اتنے لوگ تھے۔لیکن حضور نے ان کی بات کی طرف بالکل توجہ نہ فرمائی۔چنانچہ بعد میں شعبہ رجسٹریشن سے مہمانوں کی لسٹ لے کر نام بنام حساب لگایا تو معلوم ہوا کہ نسلاً جرمن کم و بیش اتنے ہی تھے جتنا حضور نے اندازہ بیان فرمایا تھا۔لیکن حیرت کی بات یہ تھی کہ وہ تعداد جو اس روز حضور کی خدمت میں بار بار بیان کی جا رہی تھی اس کا کہیں نام و نشان نہ تھا۔قرآن کریم فرماتا ہے لا تقف ما لیس لک بہ علم (بنی اسرائیل ۳۷)۔یعنی

جس بات کا پورا اور صحیح علم نہ ہو اس کے بارہ میں کوئی موقف اختیار نہ کرنا چاہئے۔ خلیفہ وقت کے سامنے تو اس احتیاط کی بہت زیادہ ضرورت ہے، صرف مستند بات ہی پیش کرنی چاہئے۔

حضور کی دلجمعی اور ارتکاز توجہ

حضور جو کام بھی کرتے ہیں پوری توجہ اور آہستگی کے ساتھ کرتے ہیں۔ حضور جب کسی سے مخاطب ہوتے ہیں تو چہرہ پوری طرح اس کی طرف پھیر کر بات فرماتے ہیں۔ جب تک بات مکمل نہ ہو جائے آگے نہیں بڑھتے۔ مذکورہ بالا واقعہ میں جب حضور نے خاکسار سے جرمن مہمانوں کی تعداد دریافت فرمائی تو کچھ لوگ میرے آگے آ گئے۔ لیکن حضور ٹھہر کر مسلسل خاکسار کی طرف متوجہ رہے۔ بیچ میں آجانے والوں کو حضور نے کچھ نہیں فرمایا۔ بس چہرہ مبارک میری طرف برقرار رکھا حالانکہ میں نگاہوں سے اوجھل ہو چکا تھا۔ آخر لوگ حضور کی توجہ دیکھ کر خود ہی پیچھے ہٹ گئے۔

ایک مرتبہ ایک لارڈ میئر ملاقات کے لئے آیا۔ گفتگو شروع ہوئی تو اس نے بہت سے سوال کئے۔ حضور نے تحمل سے اس کے تمام سوالات کے جواب دیئے۔ ہر بار حضور پوچھتے کہ بات سمجھ آ گئی ہے؟ وہ آگے سے پھر سوال کر دیتا تو آپ پھر پورا جواب دیتے۔ مقررہ وقت سے بہت زیادہ دیر ہو گئی۔ لیکن وہ سب سوال کر چکا تو تب ہی ملاقات ختم ہوئی۔

حیرت انگیز صبر و تحمل

اس ضمن میں میرے لئے سب سے حیران کن معاملہ ایک مرتبہ جلسہ سالانہ پر پیش آیا۔ حضور غیر احمدی احباب سے خطاب فرما رہے تھے اور محترمی ہدایت اللہ ہیوبش صاحب مرحوم ساتھ ساتھ ترجمہ کرتے جاتے تھے۔ ہیوبش صاحب جس جگہ بیٹھے تھے وہاں شائد آواز صاف نہیں آ رہی تھی۔ چنانچہ وہ بار بار حضور سے بات دوبارہ دریافت کرتے۔ اس پر حضور وہی جملہ ان کی طرف رخ کر کے مکرر ارشاد فرماتے۔ کم و بیش ہر جملہ پر ایسا ہوتا رہا اور سارا خطاب اسی طرح رک رک کر اور فقرے دوہراتے ہوئے مکمل ہوا۔ میں حیرت زدہ بیٹھا یہ نظارہ دیکھتا رہا۔ اس دوران حضور نے ایک مرتبہ بھی نہ تو اکتاہٹ کا اظہار کیا نہ ہی ہیوبش صاحب کو کچھ فرمایا، نہ مترجم تبدیل کرنے کا حکم دیا۔

حضور کی خاموشی اور حیا

حضور میں ایک خاص وصف، جو بہت ہی بڑھا ہوا ہے، حیا کا ہے۔ جب معلوم ہو جائے کہ مخاطب لاعلم ہے یا مذید بات کی تو اس کی پردہ دری ہو گی تو بالکل خاموش ہو جاتے ہیں۔ مذید بات کر کے اسے شرمندہ نہیں ہونے دیتے۔ حضور سے زیادہ خاموشی اختیار کرنے والا اور حضور سے زیادہ خاموشی سے کام لینے والا شخص نہیں دیکھا گیا۔ مثلاً اسی مذکورہ بالا واقعہ میں جب بار بار مہمانوں کی تعداد کے متعلق ایک عدد حضور کے سامنے پیش کیا گیا تو حضور نے اس کے بارہ میں کوئی تبصرہ نہیں فرمایا۔ بس خاموشی اختیار فرمائی اور توجہ نہیں دی۔ اگر جرح فرماتے تو بیان کرنے والوں کو شرمندگی ہوتی۔

میں نے اپنی متعدد غلطیوں کا ذکر کیا ہے، جو کہ میری کل غلطیوں کا صرف ایک چھوٹا سا حصہ ہے۔ لیکن کبھی آج تک ایک دفعہ بھی حضور نے مجھے ٹوکا نہیں، کبھی باز پرس نہیں کی، کبھی پوچھا نہیں کہ ایسا کیوں کیا یا ایسا کیوں نہیں کیا؟ اگر ضروری ہو تو حضور ہلکا سا اشارہ ایسے رنگ میں فرما دیتے ہیں کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو۔ جیسا کہ تحائف کے متعلق بجٹ رکھنے کا واقعہ مذکور ہو چکا ہے۔

حضور کسی سے ناراض ہوں تو بھی لوگوں کے سامنے اس کے ساتھ سلوک میں فرق نہیں آتا۔ انسان کو علم نہ ہو، تو کبھی نہیں بتا سکتا کہ حضور فلاں سے ناراض ہیں۔ دوسرے کی عزت نفس کا خیال رکھنے اور اس کی پردہ دری سے حیا کا یہ بھی ایک نمونہ ہے۔ البتہ حضرت مسیح موعودؑ کے مہمانوں کو تکلیف پہنچے تو پھر لوگوں کے سامنے بھی اظہار ناراضگی فرما دیتے ہیں۔

ایک بیان اور میری پریشانی

سات جون کو ایک عالم اور ایک اہم سفارتکار کے ساتھ ملاقات تھی۔ سفارتکار سے گفتگو کرتے ہوئے حضور نے امریکہ کے متعلق ایک بات بیان فرمائی اور میری طرف دیکھا۔ میری تو جان ہی نکل گئی۔ بات یہ تھی کہ اس سے چند دن پہلے ہی میں نے اسی معاملہ کے متعلق کچھ معلومات حضور کی خدمت میں پیش کی تھیں۔ گو مجھے یقین تھا کہ حضور صرف میری مہیا کردہ معلومات پر انحصار نہیں فرما رہے اور میں نے پوری تسلی اور تحقیق کے بعد وہ امور پیش کئے تھے لیکن اس وقت مجھے خیال آیا کہ اگر سفارتکار نے بات سے انکار کر دیا تو میری مہیا کردہ معلومات کی ثقاہت پر سوالیہ نشان لگ جائے گا۔

میں نے سوچا کہ شائد کوئی اور بات بھی ہو جو میرے علم میں نہ ہو۔ ایک سیکنڈ میں پتہ نہیں کیا کیا خیالات میرے دماغ سے گزر گئے۔ سفارتکار کہنے لگا کہ ہاں اخباروں میں ایسا رپورٹ ہوا ہے لیکن پتہ نہیں صحیح ہے کہ غلط۔ اس پر حضور نے فرمایا کہ اگر یہ بات غلط ہے تو کیا سٹیٹ ڈپارٹمنٹ نے اس کی تردید کی ہے؟ اب پھر میری حالت غیر کہ خدا جانے کہیں سٹیٹ ڈپارٹمنٹ نے تردید کر ہی دی ہو اور مجھے علم نہ ہو۔ میں دل میں کہوں اللہ میاں یہ موضوع ختم کیوں نہیں ہوتا؟ اب پھر سفارتکار کی جانب دیکھے لگا کہ کیا کہتا ہے۔ وہ کہنے لگا کہ ہاں تردید تو نہیں کی، شائد وہ جان بوجھ کر غلط معلومات پھیلنے دینا چاہتے ہوں۔ حضور اس کمزور جواب پر مسکرا کر اگلے موضوع کی طرف متوجہ ہوئے تو میری مشکل آسان ہوئی۔

منیر عودہ صاحب کے ساتھ کشتی

چند سالوں سے جلسہ سالانہ جرمنی کے آخری روز بیعت کی تقریب ہوتی ہے۔ یہ بیعت اردو میں ہوتی ہے اور اس کا ساتھ ساتھ جرمن میں ترجمہ کیا جاتا ہے۔ جب پہلی دفعہ بیعت کی یہ تقریب جرمنی میں منعقد ہوئی تو جرمن ترجمہ پڑھنے کی خدمت میرے سپرد کی گئی۔ بعد میں مجھے بتایا گیا کہ ایسا میری بلند آواز نیز رواں ترجمہ کرنے کے تجربہ کی بنا پر کیا گیا۔ حضور بیعت کے دوران بسا اوقات کسی لمبے جملے کو چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم فرما دیتے ہیں اور کبھی دو چھوٹے فقروں کو اکٹھا ارشاد فرماتے ہیں۔ جرمن اور اردو میں جملوں کی ساخت مختلف ہونے کی بنا پر محض جرمن جملے کو توڑنے یا دو جملوں کو جوڑنے کی بجائے فوری طور پر نئے ترجمہ کی ضرورت ہوتی ہے ورنہ بات کی ترتیب الٹ سکتی ہے۔

بہر حال بیعت شروع ہوئی تو معلوم ہوا کہ میرے مائک کی آواز بہت بلند تھی۔ اچانک ایک ہاتھ نے مجھ سے مائک لینے کی کوشش کی۔ لیکن میں نے مائک مضبوطی سے پکڑے رکھا۔ پھر دوسری اور تیسری دفعہ یہی کوشش کی گئی مگر اس ہاتھ کو بدستور کامیابی نہ ہوئی۔ چوتھی بار میں نے مائیک چھوڑ دیا۔ اس پر مجھے ایک اور مائیک دیا گیا جس کی آواز قدرے کم تھی۔ بعد میں منیر عودہ صاحب جو ایم ٹی اے میں خدمت کرتے ہیں، بہت ہنسے کہ آپ تو مائیک کو جکڑ کر بیٹھے تھے۔ عرض کیا کہ مجھے صرف آپ کا ہاتھ نظر آ رہا تھا اور نگاہ اُٹھانے کا اس وقت میں متحمل نہ ہو سکتا تھا کیونکہ توجہ مکمل طور پر حضور کے الفاظ اور جرمن ترجمہ پر مرکوز تھی۔ مجھے خطرہ تھا کہ اگر نگاہ اُٹھائی تو توجہ بکھر جائے گی۔ اس خیال سے کہ کوئی غیر متعلق شخص مجھ سے مائیک نہ لے لے اس کو مضبوطی سے تھام رکھا تھا۔ جب چوتھی بار کوشش ہوئی تو میں نے خیال کیا کہ سکیورٹی والوں کی نگاہوں کے سامنے مسلسل کوشش کرنا والا یہ شخص غیر متعلق نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اس مرتبہ مائیک چھوڑ دیا۔

۱۰۱ سالہ جنرل سیکرٹری

تقریب بیعت کے بعد جلسہ سالانہ کے آخری اجلاس کا آغاز ہوا۔ مہمانوں کا تعارف کروانے کا موقع آیا تو خاکسار نے مذکورہ بالا سفارتکار کے متعلق بتانا تھا کہ وہ ۲۰۱۴ سے خارجہ پالیسی پر ایک مشہور جرمن تھنک ٹینک کے جنرل سیکرٹری ہیں۔ ان کے متعلق میرے پاس کافی معلومات تھیں کہ وہ کب پیدا ہوئے، کب کس ملک میں سفیر رہے وغیرہ۔ وقت کی مناسبت سے لیکن میں نے چاہا کہ صرف ایک ہی سطر پڑھوں۔ چونکہ اکثر تاریخیں انیس سو کچھ کی تھیں اس لئے

روانی میں ان کے اس تھنک ٹینک کے جنرل سیکرٹری ہونے کی تاریخ ۲۰۱۴ کی بجائے ۱۹۱۴ پڑھ گیا۔ اس پر حضور نے فرمایا ۱۹۱۴ یا ۲۰۱۴؟ پھر فرمایا کہ ۱۹۱۴ ہے تو پھر تو یہ ۱۰۱ سال سے جنرل سیکرٹری ہیں۔

اس جگہ قابل ذکر بات یہ ہے کہ میں نے اپنے نوٹ کو ایک ہی سطر سمجھتے ہوئے اس کی مساجد کے پروگراموں کی طرح باقاعدہ مشق نہیں کی تھی۔ چنانچہ ایک بار پھر ثابت ہوا کہ خلیفہ وقت کی ہدایات پر مکمل عمل کے بغیر ایک سطر کا کام بھی نہیں کیا جاسکتا۔

ضدی خاتون

جون کی نو تاریخ کو ایزرلوہن کی مسجد کے سنگ بنیاد کی تقریب تھی۔ اس تقریب میں صوبائی اسمبلی کے ایک ممبر کے ساتھ علاقہ کے پروٹسٹنٹ چرچ کی نمائندہ بھی آئیں۔ پروگرام شروع ہونے سے قبل ان کے متعلق اطلاع ملی کہ وہ حضور سے مصافحہ پر اصرار کر رہی ہیں۔ جب ان سے بات شروع کی تو وہ دونوں مسکراتے ہوئے کہنے لگے کہ آپ بالکل پریشان نہ ہوں ہم مصافحہ کریں گے۔ دیکھنا کچھ بھی نہیں ہوگا۔ اب مجھے معاملہ کی سنگینی کا احساس ہوا۔ چنانچہ میں ان کو بتاؤں کہ یہ اسلامی تعلیم کے مطابق درست نہیں اور آپ سے اس بات کو مدنظر رکھنے کی درخواست ہے۔ اور وہ کہیں کہ ہم اپنی ذمہ داری پر ایسا کریں گے آپ نے ہمیں بتا دیا ہے آپ پر کوئی الزام نہیں آئے گا۔ یہ جرمنی ہے۔ یہاں کے دستور اساسی میں مرد و عورت برابر ہیں اور ان میں امتیاز کرنا منع ہے۔ آپ کو ہمارے دستور پر عمل کرنا اور یہاں کی روایات کا خیال رکھنا چاہئے۔ غرض لمبی بحث شروع ہوگئی۔ وہ مہمان تھے لیکن اپنی بات پر مصر۔ جبکہ ذمہ داری میری تھی۔ میں سختی بھی نہیں کرنا چاہتا تھا اور بات بھی منوانی تھی۔ کچھ سمجھ نہ آئے کہ کیا کروں۔ چنانچہ دعا کرتا جاتا اور بحث بھی۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اطلاع ملی کہ قافلہ ۲۰۔۲۵ منٹ بعد آئے گیا۔ یوں مجھے اضافی وقت مل گیا۔ کچھ دیر بعد ایم پی اے صاحب تو کہنے لگے کہ یہ معاملہ آپ دونوں آپس میں طے کریں مجھے خوشی ہے کہ آپ کھل کر بات کر رہے ہیں۔ خاتون لیکن اپنی ضد پر قائم رہیں۔ آخر کوئی نصف گھنٹہ کی مسلسل بحث کے بعد کہنے لگیں کہ میں آپ سے متفق تو نہیں لیکن بطور مہمان آپ کی روایات کا احترام کروں گی۔ میں نے شکر کا سانس لیا۔ اس کے ساتھ ہی حضور کا قافلہ تشریف لے آیا۔ چنانچہ جب تعارف ہوا تو انہوں نے اپنی بات یوں پوری کی کہ عرض کرنے لگیں کہ میں اپنے تصور میں آپ سے ہاتھ ملا رہی ہوں۔

وقار اور بردباری

اسی روز اس دورہ کا آخری پروگرام فیشٹا کی مسجد کا تھا جہاں پہنچتے ہوئے کچھ دیر ہوگئی۔ ایسے مواقع پر کبھی کوئی جلدی یا پریشانی حضور کو لاحق نہیں دیکھی گئی۔ کبھی معمول سے زیادہ تیزی سے چلتے نہیں دیکھا گیا۔ مثلاً ایک مرتبہ ہمبرگ کے وزیر اعلیٰ صاحب کے ساتھ ملاقات طے تھی۔ ادھر دفتر میں ذاتی ملاقاتیں ہو رہی تھیں۔ اتنے میں وزیر اعلیٰ صاحب کی پروٹو کال افسر کا فون آیا کہ وقت تنگ ہو رہا ہے اس کے بعد کسی کمیٹی کا اجلاس ہے۔ وزیر اعلیٰ صاحب نے اس میں شریک ہونا ہے اور ممبران جمع ہو چکے ہیں۔ جب وقت گزرنے لگا تو حضور کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ اگلے پروگرام کا وقت ہو رہا ہے۔ حضور نے تمام طے شدہ ملاقاتیں مکمل کیں۔ پھر باہر تشریف لا کر فرمایا I will take my time اور اپنی رہائش گاہ تشریف لے گئے۔ مجھے پتہ چلا تو بڑا لطف آیا۔ ساری پریشانی جاتی رہی اور دوستوں کو کہہ دیا کہ دیکھنا اب ضرور ملاقات ہوگی۔ چنانچہ حضور بالکل آرام سے اپنی معمول کی رفتار سے تشریف لائے۔ کوئی جلدی اور پریشانی نہیں تھی۔ قدم بھی عام رفتار کے مطابق اٹھا رہے تھے۔ ملاقات کا وقت گزر چکا تھا۔ لیکن وزیر اعلیٰ صاحب بدستور انتظار کر رہے تھے۔ حضور تشریف لائے اور بڑی اچھی ملاقات ہوئی۔

حضور کے قرب میں آداب

بسا اوقات حضور کسی بات کے واسطے طلب فرماتے ہیں ایسے موقع پر حضور کے بالکل ہی قریب نہ جانا چاہئے، بلکہ مناسب فاصلہ برقرار رکھنا چاہئے۔ اگر حضور

جائے نماز یا قالین پر تشریف رکھتے ہوں تو اس کے اوپر نہیں جانا چاہیئے۔ زمین پر بیٹھنا ہو تو دوزانو ہو کر بیٹھنا چاہیئے۔ اس طرح مودب بیٹھنے کا طریق نماز میں سکھایا گیا ہے اور حضرت مصلح موعودؓ کا حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی موجودگی میں یہی طریق تھا۔ جب تک حضور خود نہ فرمائیں مصافحہ نہیں کیا جاتا۔ جب تک حضور خود نہ فرمائیں تصویر نہیں بنوائی جاتی۔ حضور کے ساتھ ہر پروگرام سے پہلے صدقہ دینا چاہیئے۔ حضور مخاطب ہوں تو حضور کے عین سامنے نہیں بلکہ ذرا ہٹ کر کھڑا ہونا چاہیئے۔

نوجوانوں اور نومبائعین سے درخواست

آخر میں نوجوانوں اور نومبائعین سے دلی اور عاجزانہ درخواست ہے کہ خلیفہ وقت کے ساتھ براہ راست تعلق پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ اس کے لئے باقاعدگی سے حضور کی خدمت میں خطوط ضرور لکھیں۔ اس تعلق کے لئے دعا بھی کریں اور خلیفہ وقت کی ہر ہدایت پر عمل کی کوشش بھی۔ خلافت کا ادب اور احترام اپنے دل میں پیدا کریں۔ یہی وہ امور ہیں جو اہم اور ضروری ہیں۔ باقی سب انتظامی امور اور ڈیوٹیاں اور جماعتی کام اور تبلیغی میٹنگز اور نصاب اور تقاریر اور حوالہ جات وغیرہ ثانوی حیثیت رکھتے ہیں۔ جماعت کی جڑ اور اصل خلافت ہے۔ باقی سب امور اس کے بغیر بے معنی ہیں۔
غیر احمدیوں میں بھی بڑے بڑے علماء موجود ہیں، ان کی بڑی بڑی تنظیمیں بھی ہیں۔ وہ بھی بہت تبلیغ کرتے ہیں۔ بہت سے رفاعی کام بھی کرتے ہیں۔ تقاریر کرتے اور حوالے بھی دیتے ہیں۔ لیکن خلافت نہ ہونے کی وجہ سے پراگندگی کا شکار ہیں اور دن بدن زوال پذیر۔ ہمارا امتیاز خلافت ہے۔
ہر ایک، خواہ وہ بظاہر کیسا ہی متقی، کتنا ہی بڑا عالم، کتنا ہی اعلیٰ عہدیدار ہو، خلافت کے مقابل بالکل ہیچ ہے۔ ہماری تاریخ میں خلافت ثانیہ کے آغاز پر بعض لوگ، جو اعلیٰ ترین جماعتی عہدوں پر فائز تھے، پڑھے لکھے تھے، جنہوں نے بہت خدمت کی تھی، جو صحابہ کہلاتے تھے، جن پر حضرت مسیح موعودؑ نے ایک وقت میں اعتماد کا اظہار فرمایا تھا، جن کے تقویٰ پر آپؑ کو ان کی اس وقت کی حالت کے مطابق اطمنان تھا، جنہوں نے قربانیاں کی تھیں، خلافت سے الگ ہو گئے۔ فلما زاغوا، ازاغ اللہ قلوبھم (الصّف ۶)۔ جب خدا تعالیٰ کی قائم کردہ خلافت سے انہوں نے روگردانی کی، تو حضرت مسیح موعودؑ اور آنحضورﷺ سے روگردانی کی۔ اور جب آنحضورﷺ سے روگردانی کی تو خدا سے روگردانی کی۔ چنانچہ ان کے پھر جانے پر ان کے دل بھی پھیر دئے گئے۔ سب کچھ پانے کے بعد انہوں نے سب کچھ کھو دیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اس لئے یہ دعا کرنا بھی ہر وقت لازم ہے کہ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا۔ و ھب لنا من لدنک رحمہ۔ انک انت الوھاب (آل عمران ۹)۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہماری نسلوں کو ہمیشہ خلافت احمدیہ سے منسلک رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔